بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

کُلُّ مَن علیہا فان

آہ! کیونکر کہیے، جس کا کھٹکا شروع سے لگا ہوا تھا آخر وہی ہو کر رہا۔ آٹھ نو مہینہ کی اس درمیانی مدّت میں وہ کونسا اعلیٰ سے اعلیٰ علاج تھا جس میں کوئی دقیقہ اٹھا کے رکھا گیا ہو۔ سیکڑوں ختم بخاری شریف کے ہوئے۔ ہزاروں لاکھوں اللہ کے نیک بندوں نے دعائے شفا دی۔ اکابر و بزرگانِ ملّت نے غلافِ کعبہ پکڑ کر منتیں مانی۔ مگر جو مشیت کا فیصلہ تھا وہ ہو کر رہا ۲۱ اگست کو آخری شب میں ملّتِ اسلامیہ کے ترکش کا خدنگِ آخریں، علم و فضل کے خزانہ کا گوہرِ شب چراغ۔ دُرجِ شرف و مجد کا دُرِ تابندہ، اخلاق و فضائل کا پیکر، ملک اور قوم کی دساور کا متاعِ گرانمایہ اس عالم ناسوت کو خیرآباد کہہ کر ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گیا اور دنیا کو ایک ماتم سرا بنا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
عربی کے مشہور شعر میں قیس کی جگہ "حفظ" رکھ دیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ شعر عرصہ پہلے کسی نے اسی موقع کے لئے کہا تھا۔

وما کان حفظٌ ھلکہ ھلک واحد   ولکنہ بنیان قوم تھدما

مولانا حفظ الرحمٰن یوں ہوئے کیا کیا نہیں تھے۔ علوم و فنون اسلامیہ کے بلند پایہ عالم، نامور مصنف، ولولہ انگیز خطیب اور مقرر، جنگِ آزادی کے سپہ سالار اور ہیرو، مخلص اور بے لوث خادمِ ملک و ملت سبھی کچھ تھے۔ مگر ملک کی آزادی کے بعد اُنھوں نے جو رول ادا کیا ہے اُس کی تاریخ اس قدر شاندار ہے کہ اس میں کوئی ایک شخص بھی اُن کا حریف و سہیم نہیں ہو سکتا۔ بے لوث اور جانبازانہ خدمت کی وجہ سے اُن کے قومی کارناموں کا ریکارڈ اس درجہ بے داغ تھا کہ اُن کا بڑے سے بڑا مخالف بھی

ہمہ پر حرف گیری نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ صاف دماغی اور معاملہ فہمی کا یہ عالم تھا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور بلند پایہ ارباب سیاست کے مجمع میں بیٹھتے تھے اور اُن سے اپنی بات منوا کر اُٹھتے تھے۔ پھر حق گوئی اور جرأت کی یہ شان کہ جس چیز کو حق سمجھا اسے برملا کہا اور ہر جگہ کہا۔ اس راہ میں اُن کو نہ اپنوں کی پروا ہوئی اور نہ پرایوں کی۔ فکر کی بلندی و آزادی اور جرأت حق گوئی کے باوجود اُن کا ظرف اس درجہ وسیع اور قلب اس قدر فراخ اور کشادہ تھا کہ بغض و عناد کبھی کسی شخص سے نہیں رکھا۔ دشمن سے بھی اسی خندہ پیشانی سے ملتے تھے جس سے اُن کے دوست بہرہ مند تھے اور وقت پڑتا تھا تو اُن کی جو مدد بھی وہ کر سکتے تھے بیدریغ کرتے تھے۔ خدمت کی راہ میں اپنے اور غیر دوست اور دشمن۔ موافق اور مخالف اُس کا امتیاز انھوں نے کبھی روا نہیں رکھا۔ کام سے نہ کبھی گھبراتے اور نہ اُکتاتے تھے۔ اُن کی زندگی ایک مشین کی طرح تھی جو برابر متحرک رہتی تھی۔ کھانا پینا آرام اور راحت، چین اور سکون اس کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ یہ وہ خاص اوصاف و کمالات تھے جن کے باعث وہ عوام میں اور خواص میں، حکومت میں، ہندوؤں میں اور مسلمانوں میں، ہر طبقہ اور ہر گروہ میں بے حد عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ اُن میں مقبول اور ہر دلعزیز تھے اور اُن کی بات کا ہر ایک پر اثر ہوتا تھا۔ اُن کی زندگی بالکل عوامی زندگی تھی۔ نہ دربان نہ کوئی روک ٹوک۔ ہر شخص اُن سے ہر وقت مل سکتا تھا۔ یہ وہ اوصاف تھے جو آج بیک وقت مشکل سے کسی ایک شخص میں یکجا نظر آئیں گے۔ اسی وجہ سے اُن کی شخصیت سب سے نمایاں اور برتر اور بڑی حسین و دلکش اور جاذب نظر تھی۔ وہ صرف "مجاہد ملت" نہیں تھے، جیسا کہ لوگ عام طور پر انھیں سمجھتے اور لکھتے تھے بلکہ درحقیقت اس خود غرضی کی مادی دنیا میں انسانی شرف و مجد کی آبرو، اعلیٰ اقدار حیات کی عزت اور شرافت و نجابت کی مکمل تصویر تھے۔ اس لئے صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ ملک و وطن کے ہر فرد اور ہر شخص کے لئے اُن کی زندگی نمونۂ عمل اور لائقِ تقلید تھی۔ کانگریس اور جمعیۃ علماء کی ہنگامہ آفریں تاریخ میں بارہا ایسے نازک اور پیچیدہ مواقع آئے ہیں جب کہ اُن کے ناخنِ فہم و تدبر نے عقدہائے مشکل کی گرہ کشائی کرکے

ان دونوں اداروں کو عظیم خطرات سے بچا لیا ہے - چنانچہ ۲۲ اگست کی شام کو دلی کے دربار ہال میں تعزیتی تقریر کرتے ہوئے موجودہ صدر کانگریس شری سنجیوا ریڈی اور ہوم منسٹر لال بہادر شاستری جی نے اور اس کے بعد ایک اور جلسہ میں پنڈت جواہرلال نہرو اور دوسرے زعما نے صاف لفظوں میں اس کا اعتراف کیا ہے - وہ جمعیۃ علمار ہند کے جنرل سکریٹری منتخب ہوتے تو آخر تک رہے، پارلیمنٹ کے ممبر چنے گئے تو اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے - وجہ یہی ہو کہ جس کام کو وہ ہاتھ میں لیتے تھے اسے اس خوبی، تندہی اور خلوص و قابلیت سے انجام دیتے تھے کہ پھر ان کی قائم مقامی کرنے کے لئے کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا تھا - حقیقت یہ ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے بعد یہ دوسرے شخص تھے جنھوں نے مدرسہ کے بوریوں پر بیٹھ کر قدیم تعلیم حاصل کرنے کے باوجود عام ہندو اور مسلمانوں کے علاوہ انگریزی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی اپنی ذہانت و ذکاوت، معاملہ فہمی و دوراندیشی اور قوت عمل سے اس درجہ غیر معمولی طور پر متاثر کیا تھا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تعلیم قدیم و جدید کا فرق کوئی فرق نہیں ہے - دماغ روشن اور دل بیدار ہو تو انسان ہر مجلس میں ممتاز اور قائد بن کر رہ سکتا ہے -

---

یہ تو مولانا کے وہ اوصاف و کمالات ہیں جو ان کی پبلک زندگی سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا اور محسوس کرتا ہے، ان کے علاوہ ہم پس رہروانِ کاروانِ عدم نے رفقائے کار کی حیثیت سے خلوت میں اور جلوت میں گھر میں اور دفتر میں - غرض کہ زندگی کے ہر مرحلہ اور ہر موڑ میں کم و بیش مسلسل چالیس برس تک مرحوم میں کیرکٹر کی بلندی، کردار کی پختگی، خوبی اور قلب و نظر کی پاکبازی و پاک طینتی کے جو حسین و دلکش اور گوناگوں مناظر دیکھے ہیں انہیں قلمبند کرنے کے لئے فرصت اور ایک دفتر درکار ہے - صحیح معنیٰ میں ہر بڑے انسان کی پبلک زندگی میں اس کا جو کردار نظر آتا ہے وہ دراصل صرف ایک پرتو ہوتا ہے اس کے جوہرِ فطرت و طبیعت کا جس کے سورج کا مطلع خود اس کا اپنا گھر ہوتا ہے - آہ! اب ان کی کس کس بات کو یاد کر کے روئیے - اور کس کس خوبی کا تذکرہ کر کے

دامانِ دل کو خونابۂ جگر کے قطروں سے لالہ زار بنا لیجئے۔ ان سطور کی تحریر کے وقت جب کہ قلب و دماغ پر حسرت کے ساتھ گم شدگی وحیرت کی جو کیفیت طاری ہے قلم آخر لکھے تو کیا لکھے

سماں کل کا رہ رہ کے آتا ہے یاد ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا

اللہ اکبر! آپ کا شوقِ تیز رفتاری بھی کیا! اور ہر چیز میں یہاں تک کہ کھانے پینے، چلنے بولنے اور تقریر کرنے میں بھی اپنے ساتھیوں پر سبقت لے جانے کا جذبہ! آخر یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک کی دعوت پر لبیک کہنے میں بھی وہی جذبہ کار فرما رہا! اور اس منزل میں بھی اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہنا طبع غیور کو گوارا نہ ہوا۔ اچھا خیر یہی سہی۔ مگر پھر یہ عجلۂ پیماندگی کیسا؟ آپ عقلمندوں کے عقلمند اور فرزانوں کے فرزانہ تھے، مگر آج عمر میں پہلی بار اور آخری بار بھی غالب کے لفظوں میں آپ کو نادان کہنے کو جی چاہتا ہے، ہر چند کہ اس گستاخی پر طبیعت شرمندہ اور منفعل ہی ہے۔

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہیں غالب
قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

وحیٔ الٰہی

وحی الٰہی اور اس سے متعلقہ مباحث پر محققانہ کتاب جس میں اس مسئلہ کے ایک پہلو پر ایسے دلپذیر و دلکش انداز میں بحث کی گئی ہے کہ وحی اور اس کی صداقت کا نقشہ آنکھوں کو روشن کرتا ہوا دل میں سما جاتا ہے اور حقیقت وحی سے متعلق تمام خلشیں صاف ہو جاتی ہیں۔ انداز بیان بہت صاف اور سلجھا ہوا۔ تالیف مولانا سعید احمد ایم اے۔ کاغذ نہایت اعلیٰ کتابت نفیس ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی طباعت عمدہ صفحات ۲۰۰ قیمت ؎ مجلد للعہ۔ مکتبۂ برہان۔ اردو بازار۔ جامع مسجد دہلی ؎